OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

بینکاری سود پر رِبا کا اطلاق: معاصر تفسیری آراء کا تنقیدی مطالعہ

The Application of Ribā to Modern Banking Interest: A Critical Study of Contemporary Interpretations

Hafiz Muhammad Bilal Anwer

Lecturer, Islamiat & Deputy Registrar, Govt. Islamia Graduate College, Civil Lines, Lahore

Abstract

This research examines the divergent scholarly approaches to the application of riba in relation to modern banking interest. Islamic scholars have articulated varying positions on the permissibility or prohibition of banking interest, grounded in their respective interpretative methodologies of the Qur'ānic injunctions and Prophetic traditions. This study seeks to critically evaluate these differing opinions in order to determine which interpretations align with the true spirit and foundational principles of Islamic jurisprudence, and which depart from them. Employing exploratory and explanatory research methods, the study analyzes authoritative and authentic writings of prominent modern scholars to elucidate the underlying arguments and evidences. The findings aim to clarify the actual juridical status of banking interest in Islam and to contribute meaningfully to scholarly discourse, as well as to inform the development of a genuinely riba-free economic and banking system.

Key Words:

Riba, interest, banking, trade loan, personal loan, Halaal, Haraam

CC BY

تعارف:

اللہ رب العزت نے اس کائنات کو متوازن اور متناسب انداز میں تخلیق فرمایا ہے۔ اس کائنات کا نظم ونسق بر قرار رکھنے کے لیے فطرت کے قوانین بھی توازن اور عدل کے زریں اصولوں کی بنیاد پر بنائے گئے ہیں۔ تاکہ اس وسیع و عریض کائنات میں ہر مخلوق اپنا جائز حق نہ صرف اچھے انداز میں حاصل کر سکے بلکہ نظم کائنات کو بر قرار رکھنے کے لیے اپنی ذمہ داریاں بھی بحسن و خوبی سر انجام دے سکے۔

نظام کائنات میں موجود فطرتی عدل اس بات کا بھی تقاضہ کرتا ہے کہ اشرف المخلوقات اپنی زندگی توازن اور عدل کے انہی زریں اصولوں پر استوار کرے جن کی جھلک ہمیں نظم کائنات کی بنیادوں میں نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے انسانیت کو صراط مستقیم پر سفر میں رہنمائی فراہم کرنے کی غرض سے بھیجے گئے انبیاء کرام علیہم السلام کو دی جانے والی وحی و ہدایت میں بھی عدل اجتماعی اور فلاح دارین کو بنیادی مقصد قرار دیا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[1]

یعنی ہم نے رسولوں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تاکہ انسانیت انصاف پر قائم رہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے براہ راست انسان کو عدل و انصاف کا حکم ارشاد فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ"[2]

نظام معیشت و اقتصاد انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ معاشی انصاف کے بغیر انسان کی انفرادی، خاندانی، معاشرتی، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں عدل و انصاف کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو معاشی انصاف کی منزل کے حصول کے لئے اہم اور جامع ھدایات فراہم کی ہیں۔ ان ھدایات پر عمل کر کے انسانیت بآسانی دولت کی منصفانہ تقسیم، وسائل اور روزگار تک منصفانہ رسائی اور کم سے کم لڑائی جھگڑے کے ساتھ محنت کے زیادہ سے زیادہ معاوضہ کے حصول کی منزل حاصل کر سکتا ہے۔

دین اسلام میں نظام معیشت کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی گئی ہے۔ نظام معیشت میں عدل کی سب سے بڑی ضد ربوا ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں سخت ترین الفاظ میں ربوا کی حرمت بیان کی۔ قرآن کریم میں بیان کیئے گئے جرائم میں واحد ربوا ہی ایسا گناہ ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے اور اپنے رسول کے خلاف جنگ قرار دیا۔ ان واضح نصوص کی موجودگی میں ہر دور کے مسلمان ربوا کی حرمت پر متفق رہے۔ ربوا کے نقصانات کی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں نہ صرف ربوا کو حرام قرار دیا بلکہ تجارت کی ایسی تمام صورتیں بھی حرام قرار دے دیں جو ربوا سے مشابہت پر منتج ہوتی تھیں۔ ربوا کی حرمت پر اجماع کے باوجود تجارت کی بعض صورتوں پر ربوا کے اطلاق اور ربوا کی حرمت کی علت کے بارے میں اہل علم کے ہاں خیر القرون سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ موجودہ دور میں بھی اہل علم بینک میں جمع شدہ دولت پر ملنے والے اضافے اور بینک سے تجارت کی غرض سے لیئے گئے قرضوں پر ادا کی گئی رقم پر سود کے اطلاق کے بارے میں باہم مختلف نظر آتے ہیں۔ پیش آمدہ سطور میں اسی اختلاف کو دلائل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ تاہم صورت مسئلہ کی بہتر تفہیم کے لئے ربوا کا لغوی و اصطلاحی تعارف، اس بارے میں نازل ہونے والی آیات قرآنی اور ان آیات کے بارے میں اکابر اہل تفسیر کی آراء کو بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد معاصر اہل علم کی اختلافی آراء اور ان کے دلائل ذکر کئے جائیں گے۔

ربوا کی معنوی تحقیق:

لغوی معنی:

ربوا کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے خلیل بن احمد فراھیدی بیان کرتے ہیں:

"کل شّي ءیَرْبو ربواً، إذا زاد--والرّابِیۃُ: ما ارتفع من الأرض"[3]

یعنی کوئی بھی چیز جب بڑھ جائے تو اس کے لئے ربوا کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح جو زمین اپنے قرب وجوار کی نسبت بلند ہو اسے رابیہ کہا جاتا ہے۔

الصحاح میں بھی یہی مفہوم ان الفاظ میں درج ہے:

"ربا الشئ یربو ربوا، أي زاد۔ والرابِیۃُ: الرُبُوُ، وھو ما ارتفع من الارض"[4]

مختار الصحاح میں اس کو مطلقا زیادتی کے معنی میں بیان کیا گیا ہے۔

"رَبَا الشَّيْءُ زَادَ وَبَابُہُ عَدَا وَ(الرَّابِیَۃُ) مَا ارْتَفَعَ مِنَ الْأَرْضِ"[5]

علامہ ابن منظور افریقی لسان العرب میں اس پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ربا کا لغوی معنی اضافہ اور بڑھوتری ہے۔ قرآن مجید میں یربی الصدقات اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ یہ لفظ واؤ کے ساتھ (ربوا) بھی لکھا جاتا ہے۔ یعنی ربا اور ربوا میں لغوی و اصطلاحی معانی میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ محض کتابت کا اختلاف ہے۔[6]

اصطلاحی تعریف:

لغوی تحقیق کے ذیل میں علامہ افریقی نے اصطلاحی معنی بھی بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"وَھُوَ فِي الشَّرْعِ الزِّیَادَۃُ عَلَى أَصل الْمَالِ مِنْ غَیْرِ عَقْدِ تبایُعٍ"[7]

یعنی اصطلاح شریعت میں خرید و فروخت کے علاوہ اصل مال پر زیادتی کی شرط لگانا ربا کہلاتا ہے۔

کتاب التعریفات میں علامہ جرجانی ربا کی درج ذیل تعریف لکھتے ہیں:

"الربا: ھو في اللغۃ الزیادۃ، وفي الشرع: ھو فضل خالٍ عن عوض شرط لأحد العاقدین"۔[8]

یعنی ربا کا لغوی معنی مطلق زیادتی ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں ربا سے مراد عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے مشروط ایسا اضافہ ہے، جو کہ بغیر کسی عوض کے ہو۔ عاقدین سے مراد معاہدے کے دونوں فریق ہیں۔ علامہ جرجانی کی تعریف گزشتہ تعریف سے زیادہ جامع ہے۔ اس تعریف کی رو سے ربا کے تحقق کے لئے فریقین معاہدہ میں سے کسی ایک کے لئے اصل مال میں اضافے کی شرط ہونا ضروری ہے۔ یہ شرط قرض کی واپسی کے وقت بطور تبرع کمی یا زیادتی کو ربا کی تعریف سے خارج کرتی ہے۔ اسی طرح عاقدین کی شرط سے تحائف کا لین دین بھی ربا کی تعریف سے خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ تحائف کے لین دین میں کوئی معاہدہ نہیں ہوتا بلکہ تحائف صلہ رحمی اور باہمی محبت میں اضافے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

امام ابو اسحاق الزجاج اپنی کتاب معانی القرآن میں ربا کی دو صورتیں بیان کرتے ہیں۔ ایک حرام ہے اور دوسری حرام نہیں۔ ربا کی حرام صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"والرِّبَا ربوان، والحرام كل قرض يؤخذ به أكثر منه أو يجرُّ منفعة"[9]

یعنی ربا حرام سے مراد ہر وہ قرض ہے جس کے بدلے میں اس سے زائد لیا جائے یا جو قرض اپنے ساتھ منافع لے کر آئے۔ پھر ربا غیر حرام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"والذي ليس بحرام هو الذي يَهَبُهُ الِإنسان يستدعي به ما هو أكثر مِنْهُ، أو يهدي الهدِيَّة يستدعي بها ما هو أكثر منها"۔[10]

وہ ربا (یعنی اضافہ) جو حرام نہیں اس سے مراد وہ تحفہ ہے جو ایک انسان دے اور پھر اس سے بہتر کی امید رکھے۔ ھدیہ اور ھبہ چونکہ عقود معاوضہ نہیں اس لئے بالاِجماع ان پر ربا کا اطلاق نہیں ہوتا۔

علامہ عبد الرحمن الجزیری الفقہ علی مذاھب الاربعہ میں ربا کی وضاحت عربوں میں رائج ایک معاملے کی مثال دیتے ہوئے یوں کرتے ہیں:

"أن یدفع أحدھم للآخر مالاً لمدۃ ویأخذ کل شھر قدراً معیناً، فإذا حل موعد الدین ولم یستطع المدین أن یدفع رأس المال أجل لہ مدۃ أخری بالفائدۃ الذي یأخذھا منہ"[11]

ربا یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو ایک خاص مدت کے لئے مال بطور قرض دے اور ہر ماہ اس سے معین مقدار حاصل کرتا رہے۔ جب قرض کی واپسی کی مدت آجائے، اور مقروض اصل مال واپس کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو قرض دینے والا مزید فائدے (اضافے) کے عوض اس کے لئے ایک نئی مدت مقرر کر دے۔

ربوا کی اقسام:

مفسرین اور فقہاء نے ربا کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ ربوا النسیئہ اور ربا الفضل۔ ربا کے بارے میں مفسرین کی آراء کے بیان سے قبل ان دونوں اقسام کی تفہیم ضروری ہے۔

صاحب تفسیر نیشاپوری ربا کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ثم الربا قسمان: ربا النسیئۃ وربا الفضل۔ أما الأول فھو الذي کانوا یتعارفونہ في الجاھلیۃ، کانوا یدفعون المال مدۃ علی أن یأخذوا کل شھر قدرا معینا، ثم إذا حل الدین طالب المدیون برأس المال فإن تعذر علیہ الأداء زادوا في الحق والأجل۔ وأما ربا الفضل فأن یباع منّ من الحنطۃ بمنوین مثلا"۔[12]

پھر ربا کی دو قسمیں ہیں۔ ربا النسیئہ اور ربا الفضل۔ پہلی قسم جو کہ زمانہ جاھلییت میں معروف و مشہور تھی، وہ یہ ہے کہ لوگ ایک خاص مدت تک مال بطور قرض اس شرط پر دیتے کہ ہر ماہ اس کے عوض معین مال حاصل کریں گے۔ پھر جب قرض واپسی کا وقت آجاتا، تو مقروض سے اصل مال کی واپسی کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر واپسی مشکل ہوتی تو وہ مال کی مقدار اور مدت دونوں میں اضافہ کر دیتا۔ یہ ربا النسیئہ کی صورت ہے۔۔ جبکہ ربا الفضل کی صورت یہ ہے کہ ایک من گندم کو دو من گندم کے عوض بیچا جائے۔

امام ابو بکر الجصاص ربا النسیئہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مَاکَانَ قَرْضًا مُؤَجَّلًا بِزِیَادَۃٍ مَشْرُوطَۃٍ فَکَانَتْ الزِّیَادَۃُ بَدَلًا مِنْ الْأَجَلِ"[13]

ربا النسیئہ ایسا قرض ہے جو کہ مشروط زیادتی کے ساتھ خاص مدت تک دیا جائے۔ پس وہ زیادتی مدت کا عوض قرار پاتی ہے۔

ربا الفضل کی تعریف بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"ھو بیع ربوي بمثلہ مع زیادۃ في أحد المثلین"[14]

یعنی ربا الفضل سے مراد ایسی بیع ہے جس میں ایک جنس کو اپنی ہی جنس کے ساتھ زیادتی کے ساتھ بیچا جائے۔ یعنی ایک طرف کمی ہو اور دوسری طرف زیادتی ہو۔

امام فخر الدین رازی ربا کی تقسیم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اعْلَمْ أَنَّ الرِّبَا قِسْمَانِ: رِبَا النَّسِیئَۃِ، وَرِبَا الْفَضْلِ۔

أَمَّا رِبَا النَّسِيئَةِ فَهُوَ الْأَمْرُ الَّذِي كَانَ مَشْهُورًا مُتَعَارَفًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَدْفَعُونَ الْمَالَ عَلَى أَنْ يَأْخُذُوا كُلَّ شَهْرٍ قَدْرًا مُعَيَّنًا، وَيَكُونُ رَأْسُ الْمَالِ بَاقِيًا، ثُمَّ إِذَا حَلَّ الدَّيْنُ طَالَبُوا الْمَدْيُونَ بِرَأْسِ الْمَالِ، فَإِنْ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ الْأَدَاءُ زَادُوا فِي الْحَقِّ وَالْأَجَلِ، فَهَذَا هُوَ الرِّبَا الَّذِي كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَتَعَامَلُونَ بِهِ۔

وَأَمَّا رِبَا النَّقْدِ فَهُوَ أَنْ يُبَاعَ مِنَ الْحِنْطَةِ بِمَنَوَيْنِ مِنْهَا وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ"۔[15]

تم جان لو کہ ربا کی دو قسمیں ہیں۔ ربا النسیئۃ اور ربا الفضل۔ ربا النسیئۃ ایسا معاملہ ہے کہ جو زمانہ جاہلیت میں مشہور و معروف تھا۔ لوگ اپنا مال بطور قرض دیا کرتے تھے کہ ہر ماہ اس کے عوض معین مقدار میں مال وصول کریں گے۔ اور اصل مال مقروض کے ذمہ باقی رہے گا۔ جب قرض کی ادائیگی کا وقت آتا تو لوگ مقروض سے اصل مال کی واپسی کا مطالبہ کرتے۔۔ اگر ادائیگی مقروض کے لئے مشکل ہوتی تو وہ اصل مال اور مدت میں اضافہ کر دیتا۔ یہ ربا کی وہ صورت ہے جس پر لوگ زمانہ جاہلیت میں عمل پیرا تھے۔ بہر حال ربا النقد (یعنی ربا الفضل) وہ یہ ہے کہ ایک من گندم کو دو من گندم کے عوض بیچا جائے۔ اور اسی کے مماثل سودے ربا الفضل کی تعریف میں شامل ہوں گے۔

تفسیری آراء:

قرآن کریم میں سورۃ البقرہ آیات 275 تا 279 (5 آیات) آل عمران آیت 130، النساء آیت 161 اور الروم آیت 39 میں ربا کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ تاہم ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین ربا کے اطلاق کے بارے میں مختلف آراء بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں اس بارے چند ایک جدید رجحانات نقل کیئے جاتے ہیں۔

سر سید کی رائے:

سر سید احمد خان اپنی تفسیر القرآن میں سورۃ البقرہ آیت نمبر 275 کی تفسیر میں ربا کے بارے میں اپنی رائے شرح و بسط سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ربا کی علت اور اس کے اطلاق کے بارے میں امت کے درمیان اختلاف اس وجہ سے تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلے کی ضروری وضاحت نہ فرمائی تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس بنیاد پر امت کے لئے اس مسئلے میں وسیع تر اجتہاد اور اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ سر سید اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور ربا کی تفسیر ہمیں نہیں فرمائی۔ یعنی ہم کو اس بات کے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ ربا جس کو خدا نے حرام فرمایا وہ کیا ہے، اور کون سا ربا حرام ہے، جو حرام ہوا ہے اور جس پر ایسی سخت وعید نازل ہوئی ہے۔ پس جبکہ اتنے بڑے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ربا کی حقیقت پر تسلی نہ تھی تو ضروری تھا کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین اور علمائے امت میں میں اختلاف رائے ہو اور ہر ایک اپنے اجتہاد کے موافق اس کی نسبت مسائل قرار دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوتا ہے اور ہو گا اور اس چودویں صدی نبوی میں جس کا یہ دسواں برس ہے میں یہی بقدر اپنے فہم کے علماء امت سے اس مسئلے میں مختلف رائے ہوں"[16]

پھر آپ ربا کی دونوں قسموں ربا النسیئۃ اور ربا الفضل کا تعارف بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ائمہ مجتہدین کی آراء اور ان کے درمیان تفاوت پر گفتگو کرتے ہیں۔ سر سید ربا کی رائج الوقت مختلف صورتوں پر بحث کرتے ہوئے اس کے نقصانات گنواتے ہیں اور سود خوری کو اللہ و رسول کے ساتھ جنگ جیسا قبیح گناہ قرار دینے کی توجیہ بھی بیان کرتے ہیں۔ تاہم ربا کے بارے میں روایتی موقف سے دو معاملات میں سر سید اختلاف کرتے ہیں۔

پہلا معاملہ یہ ہے کہ آپ صرف ربا النسیئۃ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کے قول سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ ابن عباس کے رجوع کی روایت کو غیر مستند ثابت کرتے ہیں۔ ربا الفضل کے بارے میں آپ

کا موقف یہ ہے کہ ربا الفضل کی بعض صورتوں بیع فاسد کے تحت آنے کی وجہ سے حرام ہیں۔ اصلا ربا الفضل حرام نہیں۔ اس بارے میں سرسید لکھتے ہیں:

"مجھ کو جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مبادلہ کو جو اس ربا میں داخل کیا ہے جس کا ذکر اس ایت میں ہے یہ اعلانیہ غلطی ہے۔ اس قسم کے مبادلوں کی بڑھوتری سے اس آیت کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلاشبہ حدیثوں میں اس قسم کے مبادلوں کی بڑھوتری پر بھی ربا کا اطلاق کیا گیا ہے مگر اس ربا سے یہ ربا جس کا ذکر اس ایت میں ہے مراد نہیں ہے۔ ربا کا اطلاق اس فائدے پر بھی ہوتا ہے جو بیع فاسد کے ذریعے سے کوئی شخص حاصل کرے"۔[17]

اس بارے میں وہ برصغیر میں پکنے سے پہلے آموں کی فروخت کی مثال دیتے ہیں کہ یہ بیع فاسد ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ جبکہ اچھی کھجوروں کی ردی کھجوروں کے عوض فروخت کی ممانعت بارے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کی توجیہ بیان کرتے ہوئے سرسید کہتے ہیں کہ اس بیع میں کسی ایک فریق کے لئے یقینی نقصان موجود ہے۔ اس لئے یہ بیع فاسد ہے نہ کہ ربا الفضل کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا۔ جب دونوں طرح کی کھجوروں کو پیسوں کے عوض بیچا جائے گا تو کسی بھی فریق کو نقصان نہیں ہو گا۔ اس لئے یہ صورت جائز قرار پائے گی۔

دوسرا معاملہ یہ ہے کہ سرسید کے نزدیک صرف وہ سود حرام ہے جو کہ غرباء سے ایسے قرضوں کی بنیاد پر وصول کیا جائے جو وہ ضروریات زندگی کے حصول کے لئے لیتے ہیں۔ سرسید کے نزدیک ایک مفلوک الحال شخص سے قرض پر سود لینا اخلاقی اعتبار سے انتہائی قبیح عمل ہے۔ جبکہ تاجروں اور سرمایہ داروں سے تجارتی قرضوں پر یا عیش و عشرت کا سامان خریدنے کے لئے حاصل کیئے گئے قرضوں کی بنیاد پر سود لینے میں سرسید کو ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ سرسید بینکوں کے نظام کو کاروبار کی ترقی کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں سرسید اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"پس جس قدر آیتیں کے قبل آیت ربا کے ہیں اور جس قدر کے اس کے بعد ہیں، ان سب کو ملانے اور سیاق وسباق کلام پر نظر کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہی ربا حرام کیا گیا ہے جو ایسے غریب و محتاج آدمیوں سے لیا جاتا تھا جو کھانے کو محتاج تھے اور غلہ یا کھجوریں یا اور کچھ قرض لے کر قوت لایمست بہم پہنچاتے تھے اور جن کی نسبت قران مجید میں جابجا سلوک و ہمدردی کرنے کی ہدایت تھی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص گو کہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہو، ایسے ربا کو ناپاک و حرام نہ سمجھتا ہو۔ ان کے سوا وہ لوگ جو ذی مقدور اور صاحب دولت و جاہ و حشمت ہیں اور اپنے عیش و آرام کے لیے روپیہ قرض لیتے ہیں، جائیداد مول لیتے ہیں، مکان بناتے ہیں اور قرض روپیہ لے کر چین اڑاتے ہیں، وہ ان کو قرض دینا بعض حالتوں میں خلاف اخلاق ہو، مگر ان سے سود لینے کی حرمت کی کوئی وجہ قران مجید کی روح سے مجھ کو نہیں معلوم ہوتی۔ اس طرح بہت سے معاملات قرضہ کے ہیں جو تجارت کے کاروبار میں پیش آتے ہیں اور ایسے بینکوں کے قائم ہونے سے تجارت کے مقاصد کے لیے روپیہ قرض دیتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ روپیہ پہنچاتے ہیں اور ہر قسم کی آڑھتوں کا کام کرتے ہیں اور جن سے تجارت کو ترقی اور ملک کو اور افزونی آبادی کو نہایت امداد پہنچتی ہے۔ ان معاملات میں جو سود کہ لیا اور دیا جاتا ہے، مجھ کو قران مجید کی روح سے اس کے ایسا ربا ہونے کے جس کو اس آیت میں حرام کیا ہے، کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ پس حکم ربا جو قران مجید میں ہے وہ نہایت اخلاق و نیکی پر مبنی ہے۔ اور کس طرح ترقی تجارت و ترقی ملک و دولت کا مانع نہیں ہے۔ فقہاء نے بلاشبہ اپنے اجتہاد و قیاس سے قیدیں بڑھا دی ہیں۔ جن سے ربا کا حکم تجارت کی ترقی کا مانع قوی ہو گیا ہے مگر قران مجید سے ایسا نہیں پایا جاتا"۔[18]

آخر میں سرسید پرامیسری نوٹ promissory note کے بارے میں اپنی رائے اور اس زمانے کے علماء کی رائے کا تقابل کرتے ہوئے اپنی رائے کی درستگی کی چند ایک وجوہات بیان کرتے ہیں۔[19]

جاوید احمد غامدی کی رائے:

علامہ جاوید احمد غامدی اپنی تفسیر البیان میں روایتی مفسرین کی طرح قرض ہر ہر قسم کے اضافے کو سود قرار دیتے ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی مقصد کے لئے حاصل کیا گیا ہو۔ آپ مولانا امین احسن اصلاحی کا حوالہ دیتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں کاروباری مقاصد کے لئے حاصل کیے گئے قرض ہر دیا گیا سود وہی رہا ہے جو کہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا، اور جس کو قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا ہے۔ اس بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"اصل میں لفظ ربوا استعمال ہوا ہے۔ اردو زبان میں اس کے لیے سود کا لفظ مستعمل ہے اور اس سے مراد وہ اضافہ ہے جو ایک قرض دینے والا مقروض سے اپنی اصل رقم پر محض اس لیے وصول کرتا ہے کہ اس نے ایک خاص مدت کے لیے اس کو یہ رقم استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ قرض کسی غریب اور نادار کو دیا گیا ہو یا کسی کاروباری اور رفاہی سکیم کے لیے، اس چیز کو ربا کی حقیقت کے تعین میں کوئی دخل نہیں ہے۔ عربی زبان میں ربا کا اطلاق قرض دینے والے کے مقصد اور مقروض کی نوعیت وحیثیت سے قطع نظر محض اس اضافے ہی پر ہوتا ہے جو کسی قرض کی رقم پر لیا جائے"۔[20]

تاہم اپنے مجموعہ مضامین مقامات میں سود کے مسئلہ پر اپنا موقف بیان کرتے ہوئے وہ البیان میں بیان کردہ موقف سے کسی قدر مختلف نظر آتے ہیں۔ یہاں غامدی صاحب بینکوں کے نظام میں چند ایک اصلاحات تجویز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر بینک نے کسی کاروبار کے لئے قرضہ دیا اور کاروبار کے نقصان میں جانے کے بعد اگر بینک منافع لینا بند کردے اور صرف اصل زر کا مطالبہ کرے تو اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ غامدی صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں:

"اولاً جس کاروبار کے لیے روپیہ دیا گیا ہے وہ اگر کسی وجہ سے بند کرنا پڑے تو منفعت کا مطالبہ بھی اسی دن سے بند کر دیا جائے۔ بینک اس کے بعد صرف اصل زر کا مطالبہ کرے۔ اس سے یہ معاملہ قرض کی بجائے اصل زر محفوظ سرمایہ کاری (Principal – secured financing) کا ہو جائے گا، جس پر ظاہر ہے کہ کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا"۔[21]

اس بیان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ غامدی صاحب کاروبار میں منافع کی صورت میں بینک کو کی گئی اضافی ادائیگی کو سود نہیں گردانتے بلکہ اسی منافع میں سے حصہ سمجھتے ہیں۔ دوسرا مشورہ غامدی صاحب بینک کو یہ دیتے ہیں کہ غیر کاروباری ضرورتوں کے لئے لیئے گئے قرضے ہر بینک افراط زر سے ہونے والے نقصان سے زائد پیسے نہیں لے سکتا۔ گویا کہ افراط زر کی حد تک بینک اضافہ وصول کر سکتا ہے۔ اس بارے میں موصوف لکھتے ہیں:

"روپیہ اگر غیر کاروباری ضرورتوں کے لیے قرض دیا گیا ہے تو افراط زر سے جو کمی واقع ہوتی ہے، اس کی تلافی کے سوا کسی زائد رقم کا مطالبہ نہ کیا جائے"۔[22]

غامدی صاحب کا یہ موقف روایتی علماء وفقہاء کے موقف کے برخلاف ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کی بچت سکیموں میں سرمایہ کاری اور منافع کے حصول کو غامدی صاحب اہل تقوی کے لئے غیر موزوں جبکہ یتامی، مساکین اور ریٹائرڈ ملازمین کے لئے جائز قرار دیتے ہیں۔[23]

غلام احمد پرویز کی رائے:

علامہ غلام احمد پرویز اپنی تفسیر مطالب الفرقان میں سورۃ البقرہ کی آیات ربوا پر بحث کرتے ہوئے اپنا منفرد نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ربا کا اطلاق محض ایک عقد پر نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک استعارہ ہے جو کہ پورے نظام سرمایہ داری کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس پر وہ سود کو اللہ رسول کے ساتھ جنگ قرار دینے سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سود کا

نظام اللہ ورسول کے نظام کے بر خلاف ہے اس لئے نظام کے نظام سے ٹکراؤ کو ہی جنگ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے ہاں ربا کا ترجمہ سود (بیاج) کر دیا گیا اور پھر یہ بحثیں چل پڑیں کہ کس قسم کا سود حرام ہے اور کس قسم کا حلال؟ کسی نے اس نقطہ پر غور کرنے کے زحمت نہ کی کہ قران کہتا ہے کہ: فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ۚ[24]-اگر یہ لوگ اسے (ربوا) کو ترک کر دینے کے لیے تیار نہیں تو ان سے کہہ دو کہ اسے خدا اور رسول (نظام خداوندی) کی طرف سے اعلان جنگ سمجھو۔ اس سے ظاہر ہے کہ ربا ایک ایسا جرم ہے جسے نظام خداوندی کے خلاف بغاوت کے مرادف اور اعلان جنگ کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی مملکت میں معاشی نظام بڑی بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور ربا ایک ایسا نظام ہے جو اس نظام کی ضد ہے۔ ربا در حقیقت نظام سرمایہ داری کا دوسرا نام ہے"۔[25]

سود اور بیع کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ دونوں کے درمیان فرق محض محنت ہے۔ محنت کا ہی معاوضہ منافع کی صورت میں وصول کیا جا سکتا ہے۔ بغیر محنت کے وصول کیا گیا منافع سود ہونے کہ وجہ سے حرام ہے۔ اس بارے میں پرویز صاحب یوں رقمطراز ہیں:

"نظام سرمایہ داری کے مؤیدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح تجارت میں اصل زر سے زائد لینا جائز ہے، وہی صورت ربا کی ہے۔ قران کریم نے اس کا جواب یہ دیا کہ تجارت اور ربا میں بنیادی فرق ہے۔ تجارت میں تاجر سرمایہ بھی لگاتا ہے اور محنت بھی کرتا ہے۔ اور جو کچھ اپنی لاگت سے زیادہ وصول کرتا ہے وہ اس کی محنت کا معاوضہ ہوتا ہے نہ کہ سرمایہ کا معاوضہ۔ اس کے بر عکس ربا میں بغیر محنت کیے سرمایہ پر بڑھوتی لی جاتی ہے۔ لہذا بیع (یعنی محنت کا معاوضہ) حلال ہے اور ربا (صرف سرمایہ پر زیادتی) حرام ہے"۔[26]

مطالب الفرقان جلد 3 کے صفحہ 481 پر پرویز صاحب صراحتا عقد مضاربت کو بھی حرام قرار دیتے ہیں کیونکہ اس میں بھی منافع بغیر محنت کے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:

"اس دور میں تو معلوم نہیں اس کی کیا شکل ہو گی لیکن ہمارے زمانے میں مضاربت (یعنی کسی کے کاروبار میں روپیہ لگا کر منافہ میں حصہ دار ہو جانا) یا بینک میں روپیہ جمع کر کے اس کا منافع لینا اسی زمرے میں آئے گا۔ آپ دیکھیے اس سے کاروباری مشارکت اور کمرشل انٹرسٹ سے متعلق مسائل، جن کے سلسلے میں اس قدر بحثیں چلی ہوئی ہیں، قران کے معاشی نظام میں کس طرح حل ہو جاتے ہیں"۔[27]

سود کے خاتمے کے لیے پرویز صاحب صرف ایک حل پیش کرتے ہیں کہ نظام سرمایہ داری اور انفرادی ملکیت کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔ آپ کے الفاظ میں:

"اور اس کے بعد کہا گیا کہ اگر تم اس کاروبار (اور نظام) کو نہیں چھوڑو گے تو پھر تمہیں اسلامی مملکت کا باغی سمجھا جائے گا۔ اور یہ نظام تمہارے خلاف اسی طرح جنگ کرے گا جس طرح مملکت کے باغیوں کے خلاف جنگ کی جاتی ہے"۔[28]

انور عباسی کی رائے:

ربوا کے معنی کی تعیین میں تفسیری ادب کا جائزہ لیتے ہوئے سود پر لکھی گئی انور عباسی صاحب کی کتاب "بینک انٹرسٹ: منافع یا ربوا" کا ذکر ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ کتاب کا سرورق اسے سود کے مروجہ مفہوم اور اس کے اطلاق کے خلاف لکھی جانے والی پہلی کتاب قرار دیتا ہے۔ کتاب میں مصنف معاشیات کا تعارف، مختلف نظام ہائے معیشت، اسلامی معاشیات اور روایتی و اسلامی بینکنگ پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد سود اور ربا کی حقیقت ہر بڑی شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ محض سود کے

بارے میں ان کی یہ گفتگو 50 سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس بحث میں وہ سب سے پہلے سود کی مختلف تعریفات ذکر کرتے ہوئے ان پر تنقید کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنی تعریف بیان کرنے سے پہلے یہ تفسیری اصول شد و مد سے ثابت کرتے ہیں کہ کسی بھی قرآنی لفظ کا معنی بیان کرنے کا سب سے پہلا اصول سیاق و سباق ہے۔ یعنی قرآنی الفاظ کے معانی بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے سیاق و سباق کی طرف دیکھا جائے گا۔ اس اصول کو ثابت کرنے کے لئے مصنف بہت سے جدید و قدیم مفسرین کے حوالے دیتے ہیں۔ اس بے بعد مصنف اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک غرباء اگر بنیادی ضروریات کو پورا کرنے بے لئے قرض لیں اور اس پر سود ادا کریں تو یہ ربوا ہے جس کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کے بر عکس اگر امراء اور تاجر تجارت اور سامان تعیش کی فراہمی کے لئے قرض لیں تو اس پر اضافہ ربوا نہیں۔ انور عباسی صاحب اس معاملے میں سر سید احمد خان کے موقف کو ہی نئے دلائل کے ساتھ مزین کر کے بیان کر رہے ہیں۔ اپنے موقف پر دلیل دیتے ہوئے عباسی صاحب کہتے ہیں کہ آیات ربوا میں اللہ رب العزت نے ربوا کو صدقہ کے مقابل ذکر کیا ہے۔ صدقہ میں دولت امیر سے غریب کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ جبکہ ربوا میں دولت غریب سے امیر کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ جبکہ تجارتی سود میں دولت امیر سے امیر کی طرف ہی منتقل ہو رہی ہے، اس لئے اس صدقہ کا مقابل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چناچہ کاروباری سود ربوا کی حقیقت سے باہر ہیں۔ اپنے موقف کی مزید وضاحت کے لئے عباسی صاحب دو خاکے بیان کرتے ہیں۔ ایک میں غریب شخص بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے قرض لیتا ہے۔ دوسرے خاکے میں ایک تاجر تجارت کے فروغ کے لئے قرض لیتا ہے۔ مصنف کے نزدیک سود کی تمام تر تعریفات محض پہلے خاکے پر صادق آتی ہیں۔ جبکہ دوسرا خاکہ سود کی تعریف سے خارج ہے۔ اس پر مصنف جدید و قدیم علماء کی بہت سی تعریفات ذکر کر کے اس پر بحث کرتے ہیں۔[29]

شیخ محمد ابو زھرہ کی رائے:

شیخ محمد ابو زھرہ اپنی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی آیات ربوا میں ربوا کے معانی کے بیان میں مفصل تحقیق کرتے ہیں۔ آپ ربوا کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد اس کی دو قسموں ربوا النسیئہ اور ربوا الفضل کی تعریفیں بیان کرتے ہیں۔ شیخ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"أصل الربا من "ربا" يربو بمعنى "زاد"، أو "نما"، ثم أطلقت كلمة ربا على ذلك النوع من التداين، وهو أن يزيد المدين في الدين في نظير الزيادة في الأجل، وقد صار إطلاق كلمة الربا على هذا المعنى حقيقة لغوية، أو هو عرف لغوي، وهذا هو الربا المذكور في قوله: (يا أيها الذين آموا لا تأكلوا الربا أضعافا مضاعفة...) وقوله تعالى: (وما آتيتم من ربا ليربو في أموال الناس فلا يربو عند الله...)"[30]

یعنی ربا اصل میں ربا یربو سے ماخوذ ہے جو کہ زیادتی اور بڑھوتری کے معنی میں ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق ربا کی اس نوع پر کیا گیا جس کا تعلق دین یعنی قرض سے ہے اور وہ یہ ہے کہ قرض دینے والا مدت میں اضافے کے ساتھ قرض کی رقم میں اضافہ کر دے۔ اور ربا کا اطلاق اس معنی میں یا تو حقیقت لغویہ ہے یا عرف لغوی ہے۔ اور یہی وہ ربا ہے جو کہ قران مجید کی ایت میں مذکور ہے کہ اے ایمان والو! کئی گنا سود نہ کھاؤ اور اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان جو بھی تم لوگوں کے اموال میں اضافہ کرنے کے لیے دیتے ہو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔ اس پہلی قسم کو اصطلاح فقہاء میں ربا النسیئہ کہا جاتا ہے۔ جس کی تحریم فقہاء کے ہاں مسلمہ ہے۔ اس کی تحریم کے دلائل قرآن مجید، احادیث نبوی اور اجماع فقہاء میں جابجا دستیاب ہیں۔ جبکہ ربا کی دوسری قسم ربا الفضل ہے۔ اس قسم کا ربا اسلام سے قبل متعارف نہیں تھا۔ اس صورت کو اسلام نے ربا قرار دیا ہے۔ اسی لئے امام ابو بکر الجصاص نے ربا النسیئہ کو ربا غیر اصطلاحی اور ربا الفضل کو ربا الاصطلاحی قرار دیا ہے۔ ربا غیر اصطلاحی کا تعارف لغت سے ہو گا۔

اور ربا اصطلاحی کا تعارف شریعت اسلامیہ نے بیان کیا ہے۔ ربا کو جائز قرار دینے والے لوگ ان دونوں اقسام کے درمیان خلط مبحث کر کے لوگوں کو ربا کی حقیقت میں شک میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیخ مشککین کے دو شکوک کا تفصیلا ذکر کرتے ہیں۔ پہلا شک یہ ہے کہ سورۃ ال عمران میں محض کئی گنا اضافہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے چند فیصد منافع جائز ہے۔ اس پر مفسر کہتے ہیں کہ کئی گنا سود، عام سود کی ہی ایک قسم ہے جسے زیادہ قبیح ہونے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے دوبارہ ذکر کیا۔ یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورہ البقرہ آیت 238 میں تمام نمازوں کی حفاظت کے بعد خاص طور پر صلوۃ الوسطی کا ذکر کیا۔ بعینہ یہاں سود کی حرمت بیان کرنے کے بعد ایک قسم کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ نتیجۃً سود کی تمام ہی صورتیں حرام قرار پاتی ہیں۔ اس کی دلیل اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے کہ: (وإن تبتم فلكم رءوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون)[31] یعنی اگر تم توبہ کر لو تو اصل مال تمہارے لئے ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ گویا اللہ رب العزت نے اصل مال پر زیادتی کو ظلم قرار دیا ہے چاہے زیادتی تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اگر اصل مال پر چند فیصد زیادتی جائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر محض اصل مال کی واپسی کی اجازت نہ دیتا۔[32]

اس کے بعد بینک کے تجارتی قرضوں پر لئے گئے سود کو ربا قرار نہ دینے کا رد کرتے ہوئے شیخ لکھتے ہیں کہ آیات ربوا کا عموم انفرادی اور تجارتی دونوں قسم کے سود کو حرام قرار دیتا ہے۔ مزید یہ کہ اللہ رب العزت نے سورۃ القریش میں تجارتی قافلوں کا ذکر کیا ہے۔ ان قافلوں میں ربا کا چلن اس بات کی دلیل ہے کہ موجودہ دور میں رائج تجارتی سود ہی جاہلیت میں رائج تھا جس کو قرآن وحدیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ تجارتی قرضوں کے سود کو منافع بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ منافع میں فائدہ ونقصان دونوں میں شرکت ہوتی ہے نہ کہ محض منافع میں۔ جبکہ تجارتی سود محض منافع میں شرکت قرار پاسکتا ہے۔[33]

غلام رسول سعیدی کی رائے:

علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں بینک کے سود پر ربا کا اطلاق کرتے ہیں اور اس اطلاق کے مانعین کے دلائل اور ان کا رد بیان کرتے ہیں۔ علامہ بیان کرتے ہیں:

"اس سلسلے میں یہ بات جان لینی چاہیے کہ قران نے مطلقا سود کو حرام کیا ہے خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو۔ خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ۔ اللہ تعالی نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے"۔

اس کے علاوہ زمانہ جاہلیت کے میں رائج تجارتی سود بعینہ وہی ہے جو آجکل بینکوں میں رائج ہے۔ جاہلیت کے سود کی حرمت سے موجودہ تجارتی سود کی حرمت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں علامہ لکھتے ہیں: "زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا رواج تھا اور اس کو ربا کہا جاتا تھا۔ قران مجید نے عموم کے صیغے سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر"۔[34]

سود کو افراط زر سے ہونے والی دولت کی کمی کا متبادل قرار دینے والوں کو جواب دیتے ہوئے علامہ کہتے ہیں کہ اگر حرام سے بچتے ہوئے مومن کو کوئی نقصان ہو جائے تو اسے بخوشی اس نقصان کو برداشت کرلینا چاہیے۔ مزید یہ کہ یہ نقصان سود نہ لینے کی وجہ سے نہیں بلکہ تجارت نہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو زیادہ سے زیادہ مال کاروبار میں لگانے کی تلقین کرتا ہے تاکہ دولت گردش میں آئے اور اس سے زیادہ سے زیادہ انسان مستفید ہو سکیں۔ اس کے علاوہ علامہ افراط زر سے بچنے کے لئے دوسری کرنسی اور سونے چاندی کی صورت میں ادھار دینے کے فوائد ونقصانات بھی واضح کرتے ہیں۔[35]

خلاصۂ بحث

ربا کے بینکاری سود پر اطلاق کے بارے میں مندرجہ بالا بحث اور دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موجودہ دور میں رائج سود جاہلیت کے دور میں بھی رائج تھا جس سے اللہ رب العزت نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور میں بینک کی طرف سے دیے گئے سود کو ربا کہنا درست قرار پائے گا۔ اس اطلاق کے بارے میں شکوک وشبہات اس درجے کے نہیں کہ ان کی بنیاد پر بینک کے سود کو جائز قرار دیا جائے۔

ان شکوک کی بنیاد یا تو لفظی استدلال اور آیات کا پس منظر ہے یا یہ شکوک وشبہات ربا کی اقسام کے درمیان امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اگر ربا کی دونوں اقسام یعنی وہ ربا جو کہ زمانہ جاہلیت میں موجود تھا اور وہ ربا جس کو خاص طور پر اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا ہے، کے درمیان اگر فرق کیا جائے تو ربا کے بارے میں زیادہ تر شکوک وشبہات خود ہی رفع ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں اگر ربا کی بحث محض قران مجید کی آیات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بینکاری سود کے جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ لیکن اگر احادیث کریمہ میں بیان کردہ وضاحت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بینک کا موجودہ دور میں اصل رقم پر دیا گیا منافعہ وہی ربا ہے جس سے احادیث طیبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت سے منع کیا ہے۔ چنانچہ بینکاری سود پر ربا کے اطلاق کے مانعین بالعموم وہی لوگ ہیں جو کہ احادیث طیبہ کو شریعت اسلامیہ میں وہ مقام نہیں دیتے جو کہ جمہور مسلمانوں کے ہاں مسلمہ ہے۔ اگر محتاط نظر سے دیکھا جائے تو اہل اسلام کا اس سود سے بچنا ہی بہتر ہے۔

حوالاجات

[1] الحدید:57/24

[2] النحل:16/90

[3] الخليل بن أحمد الفراهيدي، كتاب العين، (دار ومكتبة الهلال)، جزو8، صفحہ 383

[4] أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، (دار العلم للملايين - بيروت الطبعة: الرابعة 1407ھ-1987م)۔ جزو6، صفحہ 2349

[5] زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي الرازي، مختار الصحاح، (المكتبة العصرية - الدار النموذجية، بيروت - صيدا الطبعة الخامسة، 1420ھ/1999م)، صفحہ 117

[6] محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى، لسان العرب، (دار صادر - بيروت الطبعة: الثالثة - 1414ھ)، جزو14، صفحہ 304

[7] لسان العرب، جزو14، صفحہ 305

[8] علي بن محمد بن علي الزين الشريف الجرجاني، كتاب التعريفات، (دار الكتب العلمية بيروت - لبنان الطبعة: الأولى ١٤٠٣ھ - ١٩٨٣م)، صفحہ 109

[9] إبراهيم بن السري بن سهل، أبو إسحاق الزجاج، معاني القرآن وإعرابه، (عالم الكتب - بيروت، الطبعة: الأولى 1408ھ - 1988م)، جزو4، صفحہ 187

[10] محولہ بالا

[11] عبد الرحمن بن محمد عوض الجزيري، الفقه على المذاهب الأربعة، (دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الثانية، 1424ھ - 2003م)، جزو2، صفحہ 222

[12] نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، (دار الكتب العلميه-بيروت، الطبعة: الأولى-1416ه-)، جزو2، صفحہ 60
[13] أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي، أحكام القرآن، (دار إحياء التراث العربي-بيروت، تاريخ الطبع: 1405ه-)، جزو2، صفحہ 186
[14] وَهْبَة بن مصطفى الزُّحَيْلِيّ، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، (دار الفكر-سوريَّة-دمشق، الطبعة: الرَّابعة)، جزو5، صفحہ 3701
[15] أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي، مفاتيح الغيب، (دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة: الثالثة-1420ه-)، جزو7، صفحہ 72

[16] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن وهو الهدى والفرقان، (رفاہ عام سٹیم پریس-لاہور)، صفحہ: 308
[17] تفسیر القرآن وهو الهدى والفرقان، صفحہ: 310
[18] تفسیر القرآن وهو الهدى والفرقان، صفحہ: 317، 316
[19] تفسیر القرآن وهو الهدى والفرقان، صفحہ: 318
[20] جاوید احمد غامدی، البیان، (المورد، ٹروپیکل پرنٹنگ پریس-لاہور، طبع اول: جولائی 2018ء)، جلد1، صفحہ 298
[21] جاوید احمد غامدی، مقامات، (المورد، فائن پرنٹرز-لاہور، طبع ششم: ستمبر 2021ء)، صفحہ: 272
[22] مقامات، صفحہ: 272
[23] مقامات، صفحہ: 275، 274
24 البقرہ: 2/279
[25] غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان، (طلوع اسلام ٹرسٹ-لاہور، طبع سوم: مارچ 1993ء)، جلد3، صفحہ 474
[26] مطالب الفرقان، جلد3، صفحہ: 479
[27] مطالب الفرقان، جلد3، صفحہ: 481
[28] مطالب الفرقان، جلد3، صفحہ: 482
[29] محمد انور عباسی، بینک انٹرسٹ: منافع یا ربا، (ایمل مطبوعات-اسلام آباد، طبع اول: 2013ء) صفحہ 236-286
[30] محمد بن أحمد بن مصطفى بن أحمد المعروف بأبي زهرة، زهرة التفاسير، (دار الفكر العربي)، جلد2، صفحہ: 1044
[31] البقرہ: 2/279
[32] زهرة التفاسير، جلد: 2، صفحہ: 1045
[33] زهرة التفاسير، جلد: 2، صفحہ: 1046
[34] علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، (فرید بک سٹال، اردو بازار-لاہور، الطبع التاسع: رجب 1430ھ، جون 1999ء)، جلد: 1، صفحہ: 982
[35] تبیان القرآن، جلد: 1، صفحہ: 983